مطبوعات

PAKISTAN
RETURN FROM THE PRECIPICE

مرتبہ: میجر جنرل شاہد حمید (ریٹائرڈ)
ناشر: پاکستان پبلیکیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۱۱۰۲ - اسلام آباد

یہ کتاب جس کا عنوان ہے "تباہی کے کنارے سے واپسی" (پاکستان کی) سرکاری مطبوعاتِ پاکستان میں سے ایک ہے۔ اس کے تعارفی یا تمہیدی باب میں ۱۹۶۲ء سے ۱۹۷۷ء تک کے حالات کا سیاسی، اقتصادی، زرعی، صنعتی اور مالیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔

بعد کے ابواب میں میجر جنرل ضیاء الحق کے دورِ حکومت کے اقدامات کا بیان ہے۔ عنوانات یہ ہیں۔ نظامِ زکوٰۃ وعشر، مذہبی امور، تعلقاتِ خارجہ، پاکستان کی غیر جانبداری، تجارت اور کاروبار، صنعت، حکومت کے ہاتھ میں صنعتیں، خوراک اور زراعت دھاتیں اور ایندھن، ترقیاتی منصوبہ بندی، واپڈا، تعلیم، رسل و رسائل، پاکستان ریلوے، افرادی قوت مزدور، محکمہ داخلہ، ثقافت، ثقافت کھیل اور نوجوانوں کے معاملات، شمالی علاقے، آزاد کشمیر اعداد و شمار، آبادی کا پروگرام۔

اِن سارے ابواب میں ضروری معلومات، اعداد و شمار اور تبدیلیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔
کتاب آرٹ پیپر پر بہت سی تصاویر کے ساتھ چھپی ہے۔

زیارتِ قبور کا شرعی طریقہ
مؤلف: مولانا محمد حنیف یزدانی
ناشر: مکتبۂ نذیریہ
منیر شہید روڈ۔ بالمقابل جاوید مارکیٹ
اچھرہ۔ لاہور
قیمت: ساڑھے دس روپے

سفید کاغذ پر چھپی ہوئی اور سادہ رنگین ٹائیٹل سے آراستہ یہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے اہم اور مواد کے لحاظ سے مفید ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ کو ابتدا میں زیارتِ قبور سے منع فرما دیا تھا، کیونکہ اکثر قوموں میں شرک اس راستے سے داخل ہوا کہ بزرگوں کی قبور سے انہوں نے عقیدتیں شروع کیں۔ انہیں خوب بنایا سنوارا۔ اُن کے آگے سجدے کئے، مدفون ہستیوں کو حاضر و سامع سمجھا، اُن سے حاجات مانگیں، قبروں کو سجدے کیے۔ پھر غالیانہ جوشِ عقیدت کے تحت ان بزرگوں کے بُت بھی بنا لیے۔ اور بعد میں جب حضورؐ کو اندازہ ہوا کہ اب توحید دلوں میں رچ بس گئی ہے، اور شرک کی ادنیٰ آلائش بھی اہلِ ایمان کو اب گوارا نہیں رہی تو آپؐ نے زیارتِ قبور کی اجازت دے دی۔ اور وضاحت سے یہ اجازت دو مقاصد کے لیے دی: یہ کہ قبروں کو دیکھنا دنیا سے بے رغبت کرتا ہے، اور یہ کہ آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ تیسرا مقصد جو احادیث سے معلوم ہوتا ہے وہ اہلِ قبور کے لیے مغفرت و درجات کی دُعا ہے۔

آسان اور سادہ دین کی یہ آسان اور سادہ بات بعد میں اُلجھتی چلی گئی اور قبور اور مزارات سے متعلق ایک مستقل شریعت وضع ہوتی چلی گئی۔

ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ جب وہ کسی معاملے کی حقیقت کو نہ جانتا ہو یا اُس میں اختلافات و نزاعات دیکھے تو وہ سیدھا سرچشمہ قرآن و سنّت تک پہنچے اور وہاں سے معلوم کرے کہ کس معاملے میں کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ پھر جو حکم ملے سر آنکھوں پر۔ اور قرآن و سنّت کے حقائق کو سمجھنے میں کوتاہی رہے تو اُمّتِ محمدیہ کے معتمد علمائے سلف اور فقہائے خلف سے مدد لے۔

پیشِ نظر کتاب میں زیارتِ قبور کے شرعی طریقہ و آداب کے متعلق دَورِ صحابہؓ سے لے کر آج تک کے علماء، فقہا، مفتیان اور اہلِ تصوف کے اقوال و فتاویٰ کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ مثلاً عامر بن سعد بن ابی وقاص کی وصیت اپنی قبر کے متعلق، حضرت سیدنا علیؓ کا ایک حکم، امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے فتوے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کا ارشاد، فتاویٰ قاضی خان کا حکم، علامہ شامی کا نقطۂ نظر،

فتاوائے سراجیہ کا اقتباس، ہدایہ اور فتح القدیر (شرح ہدایہ) اور عینی (شرح ہدایہ) نیز شرح وقایہ، عمدۃ الرعایہ اور نقایہ کے احکام، قدوری، فتاویٰ عالمگیری، کنز الدقائق، نورالایضاح اور جامع الرموز کے فتوے، علامہ سید صدیق حسن کا زاویہ نگاہ، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کا فیصلہ، امام شافعی، امام مالک، امام ابن حجر مکی، امام ابن قیم، قاضی ثناء اللہ پانی پتی اور علامہ سید محمود آلوسی کا حکم، شیخ عبدالقادر جیلانی کا ارشاد، مولینا احمد رضا خاں بریلوی کے خیالات ــــ وغیرہم ــــ یہ فہرست اتنی لمبی ہے کہ اسے درج کرنے کے لئے ہمارے پاس جگہ نہیں۔

اس درجے اور مرتبے کے اتنے بزرگ اور ان کی معتمد علیہ کتابیں کتاب وسنت کی توضیح دربارۂ زیارتِ قبور جب ہم پر منکشف کر رہی ہوں تو پھر ہماری خواہشات، ظنیات، ماحول کے مرسومات اور بے قید واعظوں کے لطائف کیا حیثیت رکھتے ہیں۔

کتاب کے شروع میں سابق ایڈیشن کے متعلق ریویو درج ہیں۔ ان میں سے بیشتر میں کہا گیا ہے کہ یہ کتاب اہل حدیث کے مسلک کی ترجمان ہے۔ مثلاً ایک فقرہ یہ ہے کہ "زیارتِ قبور کا شرعی طریقہ ــــ مکتبِ اہلِ حدیث کے فکر وخیال کی آئینہ دار ہے"۔ ریویو نگاروں کو ایسا "تاثر" ملا ہوگا۔ حالانکہ کتاب کے نام کی طرح اس کا تعارف بھی ایسا ہونا چاہیئے جس سے ظاہر ہو کہ کتاب وسنت کے مطابق زیارتِ قبور کا اسلامی طرز یوں ہے۔

اس قسم کے موضوعات کو مناظرانہ چکر سے نکال کر اگر مثبت انداز سے پیش کیا جائے تو مختلف گروہوں کے حضرات کے اندر گروہی تعصبات انگڑائی نہ لیں گے اور وہ ٹھنڈے طریق سے سوچ سکیں گے۔ اس طرح زیادہ وسیع حلقوں میں اصلاح پھیل سکے گی۔

اخوان المسلمون

تالیف: افتخار احمد

ناشر: ادیبوں کا اشاعتی ادارہ پوسٹ بکس نمبر ۲۵۔ فیصل آباد

قیمت مجلد ۲۴ روپے

ملت اسلامیہ آج اگرچہ بہت مشکل اور پیچیدہ حالات سے دوچار ہے، مگر غیر معمولی بات یہ ہے کہ اس کے اندر اٹھان اور اڑان کے لئے ایک ولولۂ تازہ سرایت کئے ہوئے ہے۔ تاریخ میں بارہا ایسا ہوا ہے کہ جب بھی کوئی قوت ابھرنا چاہتی ہے تو مشکلات و مخالفات آزمائش عزم کے لئے سامنے آجاتے ہیں۔ پس موجودہ خرابیٔ احوال کے باوجود کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔ ملت کے اس ولولۂ تازہ کو حرکی قوت بنانے میں ان اسلامی تحریکات کا بڑا

حصّہ ہے جو ملک ملک سے اٹھ رہی ہیں۔ پچھلی نصف صدی میں یہ تحریکات نشوونما پاتی رہی ہیں۔ ان میں سے ایک اہم تحریک اخوان المسلمون کے نام سے معروف ہے۔

مگر "اخوان" کیا ہیں اور کس طرح ایک قوت بنے ہیں اور کن آزمائشوں سے وہ گزرے ہیں۔ ان کی اساسی فکر اور ان کا نصب العین کیا ہے۔ اور کیسی لیڈرشپ نے ان کو پروان چڑھایا ہے۔ ان حقائق سے دنیا کے عرب کو تو آگہی ہوگی، مگر برصغیر میں نسبتاً کم معلومات پائی جاتی ہیں۔ جاننے والے اگر ہیں بھی تو دینی حلقوں سے متعلق ہیں۔ اخوان کے متعلق ان کا لٹریچر بھی بعض خاص گوشوں تک نہیں پہنچ پایا۔

جناب افتخار احمد صاحب نے اخوان کے تعارف کے لئے یہ کتاب لکھ کر عام حلقوں کے لئے آسانی پیدا کر دی ہے۔ اخوان کے متعلق افتخار صاحب نے جو باتیں پیش کی ہیں وہ ان کے مطالعہ کا ماحصل ہیں۔ اور اس مطالعہ کا ثبوت خاص شخصیتوں اور کتابوں کے ان اقوال و اقتباسات سے ملتا ہے جو افتخار احمد صاحب کی کتاب میں پھیلے ہوئے ہیں۔

فیصل آباد کے ادبیوں کا اشاعتی ادارہ مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نے ایسی کتاب اس شہر سے شائع کی جسے صرف صنعتی مرکز سمجھا جاتا ہے اور جہاں کاریگروں اور کاروباریوں اور مزدوروں کا جمگھٹا ہے۔

تذکارِ صحابیات
از جناب طالب ہاشمی
ناشر: ادارۂ الحسنات
ملتان روڈ لاہور
ضخامت: ساڑھے پانچ صفحات
قیمت مجلد ۲۵ روپے

صحابیات کے تذکرے ہمارے یہاں اتنے کم اور مختصر ملتے ہیں کہ اس امر کا صحیح اندازہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے برپا کردہ انقلاب میں خواتین کا بھی کوئی وقیع حصّہ تھا۔ حالانکہ اصل صورتِ حالات یہ تھی کہ روزِ اوّل ہی سے ایک عظیم خاتون (حضرت خدیجہؓ) کی رفاقت و مشورت حضورؐ کو حاصل رہی اور مکہ میں مخالفین کی تعذیب کا نشانہ بن کر شہید ہونے والی پہلی ہستی بھی ایک خاتون حضرت سمیہؓ تھیں۔ اردو میں صحابیات پر ایک اہم کتاب مولینا سعید احمد انصاری نے سیر الصحابیات لکھی جس میں صرف ۴۵ صحابیات کے حالات ہیں۔ دوسری کتاب صاحبِ مشکوٰۃ کی کتاب کا اردو ترجمہ اسماء الرجال ہے۔ اس میں ۶۸ صحابیات کا بیان ہے۔ طالب ہاشمی صاحب کی پیشِ نظر کتاب میں ۲۱۹ صحابیات کے حالات بڑی

تحقیق کے ساتھ درج کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کی ترتیب میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے۔ ان کی فہرست آخر میں ہے۔ ۳۹ کتابوں میں حدیث سیرت اور اسماء الرجال کی امہاتِ کتب شامل ہیں۔

اردو زبان میں اس کتاب نے سیر الصحابیات میں میدان میں پچھلے سارے ریکارڈ توڑ کر نیا ریکارڈ بہت آگے جاکر بنایا ہے۔ مؤلف مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اسلامی فکر و ثقافت
تالیف: عطش درانی
ناشر: مکتبہ عالیہ، ایبک روڈ لاہور
قیمت مجلد: ۱۵ روپے

یہ پندرھویں صدی ہجری کے استقبال کے طور پر لکھی جانے والی کتابوں میں سے ایک ہے۔ اس میں مختصر طور پر عقاید، خصوصاً توحید، اس کے بعد تخلیقِ آدم اور آفرینش مخلوق اور اس کے ساتھ نظریۂ ارتقاء، پھر اسلامی ثقافت، تعلیم، علمی ترقیات، سائنسی پیشرفتوں سے متعلق ابواب ہیں بحثیں مختصر ہیں اور کہیں کہیں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے جلدی میں لکھا جارہا ہو۔

عطش درانی صاحب نے مغرب کے نظریۂ ارتقا کی جڑیں مسلم مفکرین سے تلاش کی ہیں۔ مگر اس سمت پر بحث کرتے ہوئے انہوں نے صحیح طور پر مسلم فکر اور مغربی فکر کا فرق واضح نہیں کیا۔ مسلم مفکرین کے ہاں زیادہ سے زیادہ کوئی اشارہ تخلیقی و عضویاتی ارتقا (BIOLOGICAL EVOLUTION) کا مل جاتا ہے مگر معاشرتی ارتقا (SOCIAL EVOLUTION) کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ مغرب کا نظریۂ معاشرتی ارتقا تو یہ کہتا ہے جو قوت رکھتا ہے اس کا حق ہے کہ وہ کمزور کو ملیا میٹ کر دے۔ اسی بنیاد پر امپریلزم بے بنیاد مظالم کے ساتھ نمودار ہوا۔ اور آج بھی جبر و تشدد اور ناجائز استحصال (EXPLOITATION) رائج العام ہے۔ نظریۂ ارتقا کو اخلاقی نتائج کی خرابی کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ باطل معلوم ہوتا ہے۔ اور تاریخی و واقعاتی لحاظ سے ارتقا کے ساتھ انحطاط بھی کام کرتا ملتا ہے۔ جہاں تک جسمانی و عضوی ارتقا کا تعلق ہے۔ خود مغرب میں نہ صرف یہ کہ شروع میں مخالفانہ نظریات موجود تھے۔ بلکہ آج بھی بڑی مختلف آراء موجود ہیں۔ ستم یہ ہے کہ ارتقا کے مخالف نظریوں کے لیے فروغ و اشاعت کے متعصبانہ دروازے

اس طرح بند ہیں جس طرح عیسائی مذہبی عدالتوں کے دور میں عقل و علم کی کوئی بات کرنے کا راستہ نہ تھا۔ عطش درانی صاحب اس سلسلے میں مزید مطالعہ کریں تو پھر وہ یقیناً مغربی نظریہ ارتقا کی مکھی پہ مکھی مارنا پسند نہ کریں گے۔

اس اختلافی نوٹ کے ساتھ کتاب کی افادیت کا ہم اعتراف کرتے ہیں۔ نوجوان طلبہ اور عام لوگ اس کے مطالعہ سے اپنے شاندار ماضی اور اپنے تہذیبی وجود کا تعارف حاصل کرسکتے ہیں۔

سیارہ ڈائجسٹ کا خاص نمبر

مدیر مسئول: عطش درانی

مقام اشاعت: ۱۲۶ اے حمید نظامی روڈ لاہور

چندہ سالانہ ساٹھ روپے

مشرق وسطیٰ نمبر دس روپے

سیارہ ڈائجسٹ معروف ماہنامہ ہے۔ اس وقت اس کا ایک خاص نمبر ہمارے سامنے ہے مشرق وسطیٰ نمبر (ستمبر ۱۹۸۰ء) ۲۹۲ صفحات پر مشتمل ہے۔

مشرقِ وسطیٰ نمبر خاصا اہم اور دلچسپ ہے۔ اس میں مشرقِ وسطیٰ کے مسلم ممالک کے حالات تاریخی، معلوماتی اور ادبی انداز سے پیش کئے گئے ہیں۔ رپورتاژ اور کہانی کے پیرائے میں بھی اہم شخصیتوں اور واقعات کا تذکرہ ہے حالیہ بڑے بڑے واقعات وحوادث پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ مسلم ممالک کے رقبے، آبادی، پیداوار وغیرہ کے متعلق اعداد و شمار بھی درج ہیں۔ ایک اچھا کام یہ ہے کہ مشرق وسطیٰ کے جن ممالک میں پاکستان سے لوگ کام کے لئے جاتے ہیں۔ وہاں کی بہت سی فرموں کے نام پتے دیئے گئے ہیں تاکہ لوگ چاہیں تو براہِ راست رابطہ کرسکیں۔

(بقیہ اشارات) قوم ـــــــــــ حتیٰ کہ آج کل کی تہذیب یافتہ قومیں بھی ـــــــــــ اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں ۔ موجودہ دور کے کئی ممالک میں اقلیتیں پستی رہتی ہیں ۔ دَورِ آخر کی تاریخ ہی درخشاں مثال اس احسانِ عظیم کی ہے جو فتح یروشلم کے موقع پر سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائی یہودی اقلیت سے کیا ۔ در آنحالیکہ اس سے چند سال پہلے عیسائیوں نے یروشلم پر قبضہ کر کے مسلمانوں کا بہیمانہ قتل عام کیا ۔ یہاں تک کہ بیت المقدس میں گھوڑوں کے گھٹنوں تک مسلمانوں کے خون کی جھیل کھڑی کر دی اور اس میں کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں تیر رہے تھے ۔

دُنیا کے مروجہ بڑے بڑے مفاسد ـــــــــــ زنا ، شراب نوشی ، قمار ، فحاشی ، بد دیانتی اور حرام خوری ، جھوٹی گواہی وغیرہ ـــــــــــ سے پرہیز میں مسلمانوں کا مرتبہ تمام اقوام عالم سے بلند رہا ہے چودھویں صدی کے دَورِ زوال میں یہ معیارِ اعلیٰ کسی قدر گرا ، مگر پھر بھی بہت تھوڑے افراد ان بُرائیوں کی لپیٹ میں آئے ۔ اور آج بھی ان بڑی بڑی شائع وضائع بُرائیوں سے اجتناب کرنے میں ملت اسلامیہ باقی تمام اقوام سے برتر ہے ۔

لحمِ خنزیر اور دوسرے حرام یا ممنوع بلکہ بہت سے مکروہ ماکولات تک سے مسلمانوں کی اکثریت پرہیز کرتی ہے ۔ ازدواج بلا نکاح کا چلن اس اُمت میں موجودہ زوال کے دَور میں بھی نہیں ہو سکا ۔ ان پڑھ دیہاتی مسلمان تک ابتدائی طہارت ، کپڑوں اور برتنوں کو شرعی شرائط کے مطابق پاک کرنے اور رکھنے ، نیز کنوؤں ، چشموں اور تالابوں کو ناپاکی سے بچانے اور غسلِ واجب کا اہتمام کرنے کے لحاظ سے شاید دُنیا کے مہذب ترین معاشروں کے تعلیم یافتہ معززین سے بیش پیش ہیں ۔ پہاڑوں اور صحراؤں میں رہنے والی عورتیں بھی اپنے ماہانہ نظامِ طہارت کی پابند ہیں ۔ جب کہ مغرب کی روشن دماغ ترقی یافتہ خواتین اس معاملے میں حیوانات کی سطح سے آگے نہیں بڑھ سکیں ۔

آج اگرچہ تمام مسلمان فریضہ نماز ادا نہیں کرتے لیکن کئی صدیوں کا سفر طے کرنے کے بعد بھی ہر گاؤں ، قصبے اور شہر میں نمازیوں کی تعداد اس قدر پائی جاتی ہے کہ مسجدیں آباد ہیں ۔ خصوصاً جمعہ کو بڑی مسجدوں میں خاصی بھیڑ ہوتی ہے اور عیدین کے موقع پر تو مساجد نمازیوں کے لیے چھوٹی ہو جاتی ہیں ۔ زکوٰۃ کی بہت بڑی بڑی رقوم لوگ چپکے سے ہر سال ادا کرتے ہیں اور مستحق افراد کو خیرات دینے کے علاوہ دینی مدارس اور اداروں کی مالی تقویت پہنچاتے ہیں ، جبھی تو وہ مسلم حکومت کے

جانے کے بعد سے اب تک چل رہے ہیں۔

اس ملت کی ایک خوبی یہ ہے کہ ہزار بگاڑ کے باوجود اس میں دین کے لیے سرفروشی کا اتنا جذبہ کام کرتا ہے کہ جب کوئی تحریک چلی، مسلمانوں نے قربانیاں دیں۔ الجزائر کی طویل جنگ آزادی ہو یا قبرص اور اریٹریا کی مسلم اقلیتوں کی سعی استقلال۔ اسی طرح جنوبی فلپائن کے مورو مسلمان ہوں یا بھارت میں مسلم کُش بلووں کا شکار ہونے والی مسلم اقلیت، اور پھر فلسطین کے مسلمان ہوں یا کشمیر کے مسلمان، سبھی نے قربانیاں دیں، اور دے رہے ہیں۔ برصغیر میں تحریک مجاہدین اور تحریک ۱۸۵۷ء کے لیے بھی اور مسجد کانپور اور مسجد شہید گنج کے قضیے کے لیے بھی مسلمانوں نے بے دریغ قربانیاں دیں۔ اسی طرح ماضی قریب کی تحریک نظام مصطفیٰ (۱۹۷۷ء) کے لیے مسلمانوں نے پولیس کی لاٹھیوں کے سامنے سر پیش کر دیے اور فوج کی گولیوں کے سامنے سینے کھول دیئے۔ دینی مقاصد کے لیے قربانی پیش کرنے کا یہ تاریخی جذبہ اپنی مثال آپ ہے۔

اس ملت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایک طرف اس میں کسی منظم کوشش اور صرف کثیر کے بغیر اسلام کو مسلک بنا لینے والے افراد کا مسلسل اضافہ ہوتا رہتا ہے، دوسری طرف اس کی شرح ارتداد دوسرے کسی بھی مذہب کے پیروؤں سے کم ہے۔

یہ چند متفرق خوبیاں ملت اسلامیہ کی ایسی ہیں جو کمزوریوں پر غالب آنے میں اس کی مدد کریں گی۔ اور اب تو اسلامی تحریکات کے فروغ نے ایمانوں اور جذبوں کو اور تازہ کر دیا ہے۔

سب سے بڑی خوبی ملتِ اسلامیہ کی یہ رہی ہے کہ اس کے اعاظم و اکابر نے ہر اُس فتنے کی سرکوبی کا حق ادا کر دیا جو باہر سے اس کے اندر داخل ہوا۔ خوارج بگولوں کی طرح اُٹھے مگر بہت جلد ان کا قلع قمع ہو گیا۔ یونانی اثرات آئے تو تھوڑے سے دورِ اثر پذیری کے بعد جلد ہی انھوں نے بیرونی فلسفے کو تنقید کا نشانہ بنایا، پھر اس کے مقابلے پر اپنا علمِ کلام استوار کیا۔ اور اُسے الہامی حکمت کے تابع کر دیا۔ تصوف داخل ہوا تو اُس میں ترکِ سیاست، فلسفۂ ہمہ اوست، سّریت اور باطنیت، تفریقِ شریعت و طریقت، تقابلِ نبوت و ولایت، وغیرہ کے جتنے فتنے داخل ہوئے اُن کے خلاف صحیح العقیدہ اور صحیح الفکر صوفیا نے مؤثر کام کیا۔ اور اسلام کے مطلوبہ مسلکِ احسان یا تزکیۂ نفس کو نتھار کر اصلی شکل میں پیش کر دیا ـــــ

عقلیت کے سحر سے جو فرقے پیدا ہوئے اُن کا قلع قمع کیا۔ سنت سے گریز کے لیے جب کوئی آواز اُٹھی تو اُس کا زور توڑ دیا۔ فکری فتنوں کے علاوہ تاتاری ظلم کا سیلاب جو مسلمانوں کے انحرافات کی سزا دہی کے لیے قضاو قدر نے اُٹھایا ایک مرتبہ تو قیامت کی تباہی پھیلی مگر یہ فلسطین کی دیواروں سے ٹکرا کر شکست کھا گیا، اور واپس ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی عرصے میں وحشی قوت کا سر اسلام کے سامنے جھک گیا۔ تاتاری حکمرانوں میں سے سلطان برکا سب سے پہلے مسلمان ہوا۔ پھر یہ سلسلہ آگے چلتا گیا۔ سلاجقہ خون ریزی کرتے ہوئے اُٹھے مگر وہ بھی اسلام کے حلقہ بگوش ہو کر ملت کی قوت میں اضافہ کا باعث بنے۔ قرامطہ اور باطنیہ نے کچھ عرصہ بڑی تباہی مچائی مگر ملت کے حکمرانوں نے ہندوستان تک اُن کا پیچھا کر کے انہیں بے بس کر دیا۔ ہندوستان میں اکبر نے دین الٰہی وضع کر کے متحدہ وطنی قومیت اور ہندوانہ ثقافت کے لیے حکومت کی طاقت سے جو تباہ کن کام کیا اُسے شیخ احمد سرہندی کی تجدیدی مساعی نے ناکام کر دیا۔

دوسری طرف بادشاہت کے آجانے کے بعد حکمرانوں نے جب کبھی ظلم کی روش اختیار کی، دین میں کوئی بگاڑ پیدا کرنا چاہا یا تعلیم، تدریس اور تبلیغ کی سرگرمیوں میں رخنہ اندازی کی تو ملت کے اعاظم و اکابر نے سلطان جائر کے سامنے کھڑے ہو کر نہ صرف احتجاج و نکیر کا فرض ادا کیا، بلکہ تجدید دین اور احیائے سنت کی تحریکیں چلائیں، اور بے دریغ اپنے آپ کو تلواروں اور کوڑوں اور زندانوں کے حوالے کر دیا۔ علماء نے حلقہ ہائے درس اور مجالس فقہ کے ذریعے احیائے دین کا جذبہ شاگردوں کو بھی ودیعت کیا اور کتابوں میں بھی اُسے شامل کیا۔ پہلی صدی ہجری میں جس طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے غیر اسلامی نظام حکومت کو بدل کر اسلام کو غالب کرنے کے لیے قربانی دی۔ اسی طرح یہ سلسلہ بعد میں مسلسل جاری رہا۔ کسی نے علم و فکر کے دائرے میں اور کسی نے قضا کے دائرے میں اور کسی نے سیاست کے دائرے میں اور کسی نے سچے تصوف کے پیرائے میں تجدید دین کی تحریک کی خدمت کی۔

یہ خاص خوبی صرف ملت اسلامیہ کی ہے کہ اُسے خرابیٔ احوال و اعمال کے باوجود کسی غیر اسلامی نظام کے تحت چین نہیں ملا، بلکہ ہمیشہ اُس کے اندر یہ تحریک موجود رہی کہ اسلام کا بول بالا ہو۔ خود اس برصغیر میں تجدید و احیاء کے لیے مسلسل جو کام ہوا ہے اُس کی ٹھوس شہادت پاکستان کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

چودھویں صدی کو اگر بطور خاص الگ کر کے دیکھیں تو ایک طرف یہ سامراجی تسلط کی صدی ہے اور دوسری طرف جگہ جگہ سے اٹھنے والی غلبۂ اسلام کی تحریکوں کی صدی ہے۔ اس صدی کے آغاز سے بھی پہلے مغرب مسلمانوں سے حاصل کردہ ترقی و قوت کے بل پہ اٹھا اور مسلمانوں ہی کو شہنشاہیت کے لیے شکار کرنے کا ناپاک مشغلہ شروع کیا۔ افریقہ، مشرق وسطیٰ اور ایشیا کی مسلم مملکتوں پر دھاوا بول دیا۔ جبر و مکر ـــــ یا شمشیر و تدبیر دونوں طرح کی قوتیں استعمال کیں۔ دوسری ہر قوم سے زیادہ مسلمانوں کو اس لیے بُری طرح کچلا گیا کہ اس کے عقائد اور اس کے مزاج اور اس کی تاریخ نے سامراجیت کے خلاف جہاد کے لیے اٹھا کھڑا کیا۔ دُنیا کی کسی قوم نے مغربی امپیریلزم کی اتنی شدید مزاحمت نہ کی ہوگی جتنی مسلمانوں نے کی۔ یہ تاریخ عالم میں ہمارا ایک شاندار ریکارڈ ہے۔ سنوسی تحریک ہو یا مہدوی تحریک، وہابی تحریک ہو یا جمال الدین افغانی کی تگ و تاز، برصغیر میں سلطان ٹیپو کا جہاد ہو یا معرکہ پلاسی بنگال کی فرائضی تحریک ہو یا شمالی ہند کا انقلاب ۱۸۵۷ء، تحریک مجاہدین ہو یا تحریکِ خلافت، ہر طرف جذبۂ جہاد بیدار ہو گیا۔ مسلمانوں کی قلتِ وسائل اور ناسازگاری حالات کے باوجود مغربی سامراج کو خوب خوب چرکے لگائے اور پھر جواب میں خود بھی وہ کچھ برداشت کیا کہ تاریخ کے اوراق پر اُن کے خون کے چھینٹے پھیلے ہوئے ہیں، اور ایوانِ وقت میں اُن کے نعرہ ہائے تکبیر کی صداؤں کی بازگشت سُنائی دیتی ہے۔ حکمرانوں کو تخت و تاج سے محروم کر کے رسن و دار کے حوالے کر دیا گیا۔ شاہی خاندانوں کے رعنا جوان گولیوں کا نشانہ بن گئے۔ محافظانِ آزادی کو چوراہوں اور درختوں پر پھانسیاں دی گئیں۔ علماء پر مقدمے چلا کر سنگین سزائیں دی گئیں، بستیوں اور عمارتوں پر ہل چلا دئے گئے، لاکھوں کی جائیدادیں دو دو روپے میں نیلام کر دی گئیں، مسلمانوں پر تعلیم و ترقی کے دروازے بند کر دیے گئے، اُن پر ہر جگہ کسی بھی غیر مسلم عنصر کو سیاسی اور معاشی طور پہ مسلط کر دیا گیا۔ مسلمانوں کے دینی جذبۂ مزاحمت ہی کی وجہ سے علماء کو مُلّا کہہ کر اس لفظ میں مکروہ معانی داخل کیے گئے۔ جذبۂ جہاد و شہادت کو جنونی پن سے تعبیر کیا گیا۔ اور دینی قدروں کا مذاق اُڑایا گیا۔

مسلمانوں کی عثمانی سلطنت کو پارہ پارہ کرنے کے بعد ہر ملک کے ٹکڑے کیے گئے، کہیں اپنی پسند کے حکمران اور کہیں جی حضوری افسر مقرر کیے گئے، بہت سے ممالک میں مسلمانوں کی اکثریت کو اقلیت میں بدلنے کے لیے یا تو باہر سے نوآبادکار لائے گئے (جیسے ملایا میں) یا مردم شماری کا سلسلہ روک کر

عیسائی اقلیت کو اکثریت کا درجہ دے دیا گیا، یا پھر مسلمانوں کو تعلیم اور ملازمت کے لیے عیسائی نام رکھنے پر مجبور کیا گیا تاکہ ناموں کی لسٹوں کے لحاظ سے عیسائیوں کی اکثریت محسوس ہو۔

پھر مسلم معاشروں میں ایک طرف ملحدانہ فلسفہ و عمرانیات کی تعلیم دی گئی اور دوسری طرف پادریوں کو غول در غول بلا کر شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں مناظرہ بازی کے دنگل شروع کرا دیے، نیز مسلمانوں کے فرقوں کو آپس میں لڑایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں اپنے دین اور عقاید کے متعلق شبہات پھیلے اور وہ ذہنی طور پر کمزور شکار بن گئے۔ اسی کے ساتھ مسلمانوں کی تاریخ اتنی مسخ کر کے مرتب کی گئی کہ اس کے آئینے میں جب مسلمانوں نے اپنا رنگ چہرہ دیکھا تو ان میں اپنے خلاف بیزاری اور مایوسی پیدا ہوئی۔ ان حالات میں اگرچہ عیسائیت کی مذہبی بحثوں کا جواب دینے کے لیے علماء نے بڑا زوردار کام کیا، مگر تعلیم اور لٹریچر اور نئی مسحور کن اصطلاحات سے آراستہ ترقی اور روشن خیالی کے پروپیگنڈے نے مسلمانوں کے دل و دماغ میں مغرب کی ملحدانہ اور مادہ پرستانہ فکر کے نفوذ کے لیے راہیں کھول دیں۔ آہستہ آہستہ یہ حال ہوا کہ جس قوت سے وہ کچھ ہی عرصہ پہلے جنگ آزما ہو چکے تھے اُسی کے ممنونِ احسان ہونے اور اُس کی برکات کے گُن گانے لگے۔ اس کی کاسہ لیسی اور خوشامد اور نقالی کی فضا نمودار ہو گئی۔ برصغیر میں ہونے والے اسلامی کام نے پوری قوم کو تو اغیار کا شکار نہیں ہونے دیا، مگر ایسے ابن الوقتوں کا ایک طبقہ ضرور پیدا ہو گیا، جسے اپنے دین اور اپنی تاریخ کا علم تو تھا نہیں، اُس نے یہ سمجھا کہ زندگی، روشنی، ترقی اور بیداری صرف مغرب کے پاس ہے۔ اپنی خودی بیچ کر بھی اُسے حاصل کرنا چاہیے۔ اس طبقے کا طرزِ فکر یہ بنا کہ ہر وہ پستی جسے مغرب نے اختیار کر رکھا ہے، وجہِ عروج ہے۔

مگر بہ حیثیت مجموعی ہر خطے میں مسلم اقوام میں سے کوئی بھی غلامی کے قفس میں آرام سے نہیں بیٹھی۔ ہر جگہ قربانیاں دے دے کر آزادی کی تحریکیں بھی چلائیں اور مغرب کی ملحدانہ فکر و ثقافت کے خلاف زبان و قلم سے معرکہ آرائی بھی کی۔ خصوصاً ترکیہ میں، بربر میں، مصر و سوڈان میں، الجزائر میں، اور خود اس برصغیر میں آزادی کی بڑی قیمت ادا کی گئی۔ آہستہ آہستہ ایک ایک ملک آزاد ہوتا گیا، یہاں تک کہ آج قریب قریب ساری مسلم مملکتیں سامراجی چنگل سے نجات پا کر آزادی کے پھریرے اُڑا رہی ہیں۔

سامراج سے آزادی کے بعد اب جو دوسری آزمائش مسلمانوں کو درپیش ہے وہ یہ ہے کہ جس نظام اسلامی کے لیے وہ آزادی کی جنگیں برسوں تک لڑتے رہے ہیں اس کے حصول میں مغربی قوموں کے تربیت دیے ہوئے طبقوں کی قیادت حائل ہے، نیز تقریباً تمام مسلمان ملکوں میں یا تو بادشاہت کا نظام چل رہا ہے، یا فوجی سہارے سے کھڑی ہونے والی آمریت کا۔ اس آزمائش سے عہدہ برآ ہونے کے لیے خدا نے جن بندگانِ خاص کو اٹھایا اُن کی صف میں شیخ احمد نورسی، شیخ حسن البنا، سید قطب، علامہ اقبال، مولانا مودودیؒ اور امام خمینی شامل ہیں۔ مغربی فکر کے مقابلے میں ان شخصیتوں نے نہ صرف اسلامی انقلاب کی فکر اور اسکیم کو جدید انداز اور زورِ استدلال کے ساتھ وسیع لٹریچر میں پیش کیا اور ہر شعبۂ حیات کے متعلق اسلامی نظام کے تقاضے واضح کر دیے۔ بلکہ سیاسی انقلابی تحریکیں اٹھا دیں جو نوجوانوں کو ساتھ لیے کر ہر قسم کے تشدد سے گزرتی ہوئی روز بروز عالمِ اسلام میں بھی زور پکڑ رہی ہیں اور مغربی ملکوں میں پھیلے ہوئے مسلمانوں کے اندر بھی نفوذ کر رہی ہیں۔ یہی تحریکیں ہمارے لیے مستقبل کا سرمایۂ اُمید ہیں اور ان کا پرتو ہمارے علوم، ادب، صحافت اور نو خیز مسلم ریاستوں کی ہیئت پر پڑ رہا ہے۔ فرنگیت زدہ طبقے اگرچہ اب بھی قوت و اثر رکھتے ہیں۔ مگر وہ تیزی سے سکڑ رہے ہیں اور اُن کی جارحانہ اثر اندازی کا دَور ختم ہو چکا ہے۔ منفی انداز سے بھی وہ اب بہت دَب کر ہیر پھیر سے اپنا کام کرتے ہیں۔ اور اُن کے ذریعہ لائے انداز کی کلچر، ثقافت اور آرٹ کی سرگرمیاں ہیں۔ آدب میں ان کے رجحانات جھلکتے رہتے ہیں۔ اور مغربی معنوں میں ترقیٔ نسواں کی تحریک اُن کا سب سے بڑا سرمایۂ اُمید ہے، یا پھر احیائے اسلام کی مخالف قوتیں جدید ذرائع ابلاغ کے سلسلۂ صوت و شبیہہ کو استعمال کرتی رہتی ہیں۔ کھُلے میدانِ استدلال میں اب اُن کے تمام محاذ —— اجرائے نبوت، انکارِ حدیث، وطن پرستی، معاش کی بالا تری، تحریک پاکستان کی مقصدی تحریف، لادین سیاست، تفریقِ دین و سیاست، سیکولر جمہوریت، ملحدانہ ادب، مادہ پرستانہ تصوّرِ تاریخ وغیرہ —— ٹوٹ چکے ہیں۔ اسلامی تحریکوں کی اصطلاحات اور مسلم ذہن کو اپیل کرنے والے سلوگن اور طغرے، ہمارے علوم و افکار کے مخصوص اسلوب بیان ہمارے ماضی بعید اور ماضیٔ قریب کی شخصیات کے چرچے مخالف حلقوں میں بھی جگہ پا چکے ہیں۔

مبارک تر بات یہ ہے کہ پاکستان کی طرح عربوں، ترکوں، ایرانیوں اور جنوبی ایشیا کی نوجوان نسلوں

نے ناموافق نظامِ تعلیم اور فاسد ماحول کے علی الرغم اسلام کے عَلم اُٹھا لیے ہیں اور کل ہماری جگہ لینے والی نسلوں کی صدہا صفیں یہی انقلابی عَلم لہراتی ہوئی پندرھویں صدی میں داخل ہو رہی ہیں۔

وہ وقت دُور نہیں کہ ہمارے فرسودہ معاشروں کے موجودہ غلط ڈھانچے ٹوٹ گریں گے، جابرانہ اقتداروں کے تخت متزلزل ہو جائیں گے اور ایک بار پھر اُسی صبحِ حقیقت سے آسمان آئینہ پوش ہوگا، جو چودہ سو سال پہلے حجاز سے نمودار ہوئی تھی۔

قارئین توجہ فرمائیں

۱ ـــ تبدیلیٔ پتہ اور زرِ سالانہ روانہ کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور تحریر کریں۔ ورنہ تعمیل میں سخت دقت ہوگی۔

۲ ـــ ایجنسی ہولڈر رقم روانہ کرتے وقت، پرچوں میں کمی یا زیادتی کراتے وقت ایجنسی نمبر ضرور تحریر کریں۔

۳۔ ڈرافٹ، کراس چیک یا منی آرڈر ماہنامہ ترجمان القرآن کے نام روانہ کریں۔ کسی کے ذاتی نام پر نہ بھیجیں۔

جہانتاب احمد صدیقی

مینجر ماہنامہ ترجمان القرآن۔ اچھرہ۔ لاہور